تحریر: محمد المبارک

تمدّنِ انسانی کی جانب

[مندرجۂ ذیل مضمون "الفکر الاسلامی الحدیث فی مواجھۃ الافکار الغربیۃ" کے ایک باب کی تلخیص و ترجمہ ہے]۔

تمدّن سے مراد وہ جملہ علوم و فنون، قوانین، نظمِ حکومت اور عادات و اخلاق ہوتے ہیں جو ایک خاص فکر و اقتصاد، اخلاق و سیاست اور زندگی کے تمام مادّی اور اخلاقی مظاہر کے ترجمان ہوں۔ اور جو تاریخ کے کسی خاص دَور میں ایک یا زیادہ خطہ ہائے زمین میں پائے جانے والے افرادِ انسانی سے تعلق رکھتے ہوں۔ نیز ہر تمدّن ان کوششوں کا نتیجہ ہوتا ہے جو متعدد اور طویل زمانوں میں نسلِ انسانی نے انجام دی ہوں۔ تمدّن ایک خاص روح کا لباسِ مجاز اوڑھ کر ایک مخصوص وقت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس کی ایک باطنی صورت بھی ہوتی ہے۔ جو اُن ممکنات کو اپنے دامن میں سمیٹ کر رکھتی ہے جو ابھی منصّۂ شہود پر جلوہ گر نہ ہوئے ہوں۔ یوں تو تمدّن کے میلانات و مقاصد اسے ابتدائی حالت میں تو بہت حسین و جمیل بنا کر پیش کرتے ہیں لیکن یہی میلانات و محرّکات بالآخر تمدّن کی گراوٹ، پسپائی اور بربادی کا باعث بھی بن جاتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا معیارات ہیں جن پر ہم کسی تمدّن کے خیر و شر کو پرکھ سکتے ہیں؟ بہت غلط بات ہوگی اگر ہم تمدّن کا اس لحاظ سے ایک ہی معیار مقرر کر دیں یعنی اونچا معیارِ زندگی۔ کیونکہ انسانی زندگی کے متعدد پہلو ہیں۔ فکر و عقل، عملی معاشیات، نفسانی اخلاق اور ان سے تشکیل پانے والی انفرادی و اجتماعی زندگی۔ چنانچہ بہترین تمدن ہم اسے کہہ سکتے ہیں جو حیاتِ انسانی کے تمام گوشوں میں اعتدال و توازن پیدا کرے اور اس کا کوئی حصّہ بھی کسی دوسرے حصّہ پر ظلم و زیادتی کا مرتکب نہ ہو۔ نہ ایک کی ترقی دوسرے کے زوال کا باعث ہو۔

صالح تمدّن میں عقل و فکر کو فروغ نصیب ہوتا ہے اور اسے آفاق تک وسعت ملتی ہے۔ حیات آفریں علوم میں اضافہ ہوتا ہے جن سے انسان عالمِ طبیعی پر غلبہ پا کر اس کے فوائد سے متمتع ہوتا ہے۔ اس کی اکثر خواہشات پوری ہوتی ہیں۔ اور امرِ معاش میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح اس کی سعادت و خوش بختی کو ترقی نصیب ہوتی ہے۔ انہی علوم کی بدولت وہ اپنے نفس، میلانات اور خواہشات پر بھی قابو پا لیتا ہے۔ اور اس میں بخیلی و خودغرضی کی جگہ صرفِ مال اور ایثار کے جذبات ... درجات و مراتب کا حصول۔

ایک صالح تمدّن افرادِ معاشرہ کو باہم مربوط رکھتا ہے۔ اور مادّی و رُوحانی دونوں حیثیتوں سے ان کا کفیل ہوتا ہے۔ اس میں حقوق و فرائض کی تقسیم میں عدل و انصاف کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور کمزوروں کو زبردست آزاری سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ مذکورہ مقاصد صالح تمدّن میں ممکن حد تک رفعت، وسعت اور توازن و توافق سے ہمکنار ہوتے ہیں اور نسلِ انسانی کے بیشتر حصّے کو اس سے فیضیاب ہونے کا موقع ملتا ہے اس میں یہ صورت کبھی پیدا نہیں ہوتی کہ ایک خاص طبقے کو تو فکری عظمت، پُرسکون معیشت اور ذاتی سربلندی نصیب ہو لیکن دوسرے طبقات ان چیزوں کو حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔

جدید تمدّن | جدید تمدّن جس کے زیرِ سایہ ہم زندگی بسر کر رہے ہیں، سابقہ تمام تمدنوں کے ثمرات سے بہرہ ور ہے اس میں یونانی تمدّن کی عقل پرستی بھی موجود ہے۔ مسیحی تمدن کی تربیتِ نفس اور جذبات و طبائع کی شائستگی بھی پائی جاتی ہے۔ اور عربی و اسلامی تمدن کی عقلی نشو و نما، ارتقائے نفس اور آفاق گیری کے اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ نیز مختلف حالات میں اجتماعی کفالت کا معیار قائم رکھنا اور بیشتر اقوام و ملل کو اس دائرہ میں شامل کر لینا بھی اسی کا رہینِ منّت ہے۔

جدید تمدّن نے زندگی کے بعض دوائر میں بہت ترقی کی ہے لیکن بعض دوسرے گوشوں سے بالکل صرفِ نظر کر گیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسی تمدن کی بدولت عقل کو ترقی نصیب ہوئی اور مادّی زندگی کی حدود میں وسعت پیدا ہوئی۔ خاص طور پر طبعی امور کی تحقیق میں حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ جو ایک طرف تو کائنات کی لامحدود وسعتوں اور اس میں انسانی فکر و عمل کے وسیع میدانوں کی نشاندہی کرتی ہے تو دوسری طرف خود خالقِ کائنات کی عظمت کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی موجودہ تمدّن نے انسان کو خوشحالی عطا کی ہے۔ اکل و شرب اور سکونت اور مواصلات میں وسائلِ راحت بہم پہنچائے ہیں۔ اور لذات و مرغوبات کی کئی انواع ایجاد کی ہیں۔ نیز افرادِ معاشرہ کو باہمی ربط اور اجتماعی تحفظ سے بھی ہمکنار کیا ہے اور ایک قوم اور ایک حکومت کے تحت رہتے ہوئے بہت کچھ حقوق و مراعات سے بھی نوازا ہے۔

تاہم اس تمدن میں بہت سے نقائص بھی ہیں:

(۱) اس کا دائرہ حق و صداقت بہت محدود ہے۔ مثال کے طور پر جدید تمدن انگریزی معاشرے میں جس حق کی ضمانت دیتا ہے اسے کمزور معاشرے میں اس حق کی کوئی پروا نہیں کرتا بلکہ اس میں ظلم و غارتگری کی قانونی طور پر تائید ہوتی ہے اسی طرح مادی طور پر زیادہ ترقی یافتہ اقوام میں بھی تعذیب و تعزیر کو روا رکھتا ہے۔ اور ان کی آزادی کو سلب کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

(۲) موجودہ تمدّن میں ایک اہم نقص یہ بھی ہے کہ اس میں نفسِ انسانی کی تہذیب کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ اس دور کے انسان میں خود غرضی جنوں کی نوں موجود ہے۔ جاہ و منصب کی خواہش اور غلبہ و تسلّط کے رجحانات بھی پائے جاتے ہیں جو تمدن کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔

(۳) انسانی ضمیر کو جھنجھوڑنے میں بھی نیا تمدّن یکسر ناکام رہا ہے۔ حق کی حمایت کے لیے کمربستہ ہو جانا اور ظلم و زیادتی پر غیرت کھانا

اس کے بس کی بات نہیں۔ اس میں جذباتِ ایثار نام کو نہیں اور عالمِ طبعی پر غلبہ پانے والا انسان اپنے نفس کے سامنے بالکل بے بس ہے۔ اس میدان میں اسکی ناکامی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ اخلاق و افکار میں توازن مفقود ہے نتیجۃً اختلال و اضطراب پیدا ہو گیا ہے۔

(۴) اس تمدّن کے محرکات بھی عام طور پر غیر اخلاقی اور مادّی ثابت ہوئے ہیں۔ بہترین انسان تیار کرنا ___ قطع نظر اس سے کہ اس کا رنگ کیا ہے اور نسل کیا ہے ___ اس کا کبھی مقصود نہیں رہا۔ ہاں مختلف رنگوں اور نسلوں کے انسانوں کا استحصال اس کا نصب العین ضرور ہے نیز اس تمدّن کے مختلف اطراف و جوانب میں انسان کو بحیثیت انسان کوئی اہم مقام نہیں ملا۔

(۵) آج حیاتِ انسانی جس شدید اضطراب سے دوچار ہے اس کی وجہ علم و اکتشاف کے میدان میں بے پناہ ترقی کے باوجود اخلاق و روحانیت کا فقدان ہے۔

اسلامی تمدّن | یہ انسانیت کی خوش قسمتی ہے کہ تمدّنِ اسلامی، زندگی کے ان پہلوؤں کو بھی مکمل کر چکا ہے جنہیں جدید تمدّن نے ناقص اور ناتمام حالت میں رہنے دیا ہے۔ اسلام نے نہ صرف ان کی تکمیل کی ہے بلکہ انہیں اُن رفعتوں سے ہمکنار کیا ہے کہ موجودہ تمدّن کے لیے وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں۔

اس کا سب سے پہلا کام نفسِ انسانی کی تہذیب و تربیت ہے۔ دوسرے یہ کہ اسلام نے افقِ تمدّن کو پوری دنیا کے لیے وسیع کر دیا ہے۔ اس کے فوائد و برکات کسی خاص طبقے تک محدود نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ جن اُمور میں جدید تمدّن نے ترقی کی ہے تمدّنِ اسلامی نے نہ صرف یہ کہ ان سے غفلت نہیں برتی بلکہ ان میں زبردست نظم و توافق پیدا کر دیا ہے۔

اسلامی تمدّن نے انسان کے عقلی جمود کو توڑا اور اس کے دائرۂ غور و فکر میں ارض و سما کی پہنائیاں سمیٹ دیں۔ عقلِ انسانی خدا کی تخلیقات کی تحقیق میں بلاشبہ منہمک ہو گئی مگر عالمِ واقعات سے بھی اس کا ربط ٹوٹنے نہ پایا جیسا کہ ہم یونان کے ماوراء الطبعی طریقِ فکر کے متعلق دیکھتے ہیں کہ اس میں حقیقت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔

اسلامی تمدّن کے فضائل و محاسن کو بروئے عمل لا کر جدید تمدّن کے نقائص دُور کیے جا سکتے ہیں لیکن یہ کام شاید مسلمانوں کی نئی نسل نہ کر سکے۔ اس لیے کہ اس آخری زمانے میں اسلام سے انحراف اور اس کا غلط تصور مسلمانوں کے ذہنوں میں راہ پا گیا ہے۔ اور اسلام میں طرح طرح کے غیر اسلامی افکار کی آمیزشیں شروع ہو گئی ہیں چنانچہ اسلام سے اصلاحِ احوال کی کوئی مفید خدمت لینا تو درکنار، نئی نسلوں کے دل میں اُلٹا اس سے نفرت اور اعراض پیدا ہو گیا۔